

۲۰۰۷

انسان اور کائنات

۲۶۲
نالی

پیک خدمات کا تیسرا نمبر
بچوں کے اخلاق - آداب
تعلیم و تربیت و سواڑ معاشرہ
اس مفید رسالہ کو
منشی عابد الرحمن شوق

امرت سہری
بفرمایش

ملک عبدالعزیز اور اُس کے

نتیجہ پیک بکڈپو
ایڈیٹری سٹور

بازار مالی سیوان امرتسر

جنوری ۱۹۱۱ء میں لکھا

اور

مجددنی پریس میں
چھپکر شائع ہوا۔

پہلے پویشی کی سٹوبہ بازار مالی سیوا امرت

اس بکد پو کی نسبت کچھ زیادہ جتنا کے کیفیت سے نہیں صرف ایک دفعہ کرنا ایک کتاب طلب فرمانے پر ساری کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔

۱۲) قیمت مناسب - قریباً لاگت کے فریادوں سے لی جاتی ہے۔

(۱) ردی اور رذیل کتابیں دہشتناک اور فاسق اس دو بیان سے نہیں مل سکتے

۱۳۰ منتخب اور مفید علمی - اخلاقی - ادبی کتابیں بینک اسکیم کی جسکی مختصر فہرست

اخیر کے صفحہ پر دیکھائی ہے۔ ملاحظہ فرما کر سب کو گناہ کی ضرورت ہے۔ ایک کارڈ

الکبریا بیدیه و لم یو طلب فز وین مفتل فخرت طلب فرما نیر . سکا کشتا اینی

گرہ سے لگا کر منہ بھی جاتی ہے۔

ضرورت ہے۔ کہ لکھنے پر حصے کیسے آپ کر جائے جو کو بیٹری کی

عزیز رتی ہو ہمارے سب سے عزیز سے ایک شہر کی شہنشاہی۔ مولانا رفیع

منب - چاقو - قلم - روات - سیاہٹ - چاک نقشہ کش کا سامان - کاغذ - ساور

کارڈ۔ سفاغی اور کاغذ خطوط وغیرہ وغیرہ شیش ہیں۔ قیمت ۱۰۰ روپے

ہے ایک دفعہ ہمارا اعتبار کر کے آزمائیں تاکہ بعد ملاحظہ دریافت آ رہے ہو

ہمیشہ مشکور فرمایا کریں۔

مش
تأكله
النور منير
طاهر
نور
تأكله

حالت عجب و حیرت انگیز است که این پسر بزرگوار را با نیکوایان میوه

المنازل مضاف

پبلک خدمات کا یہ تیسرا نمبر انسان اور اس کے فرائض
پیش نظر کرنے میں مجھ سے واقعی تاخیر ہو گئی ہے جسکے لئے ناظرین
سے معافی کی استدعا ہے۔ اس نمبر میں جو کچھ لکھا گیا ہے بلاتقید
مذہب غلبہ نہ کیا گیا ہے۔ تاکہ مذہبی لاگ ناظرین کو ناگوار نہ گذرے
اس سے کہیں یہ نہ سمجھا جاوے کہ خاکسار مصنف کسی مذہب کا ہی
پابند نہیں۔ نہین ہرگز نہین ایسا طریقہ صرف اسلئے اختیار کیا گیا ہے
کہ ہر ایک انسان کی خدمت اسکی منشاء کے مطابق ادا ہو مشکل فقرات
عربی۔ فارسی۔ سنسکرت۔ ہندی الفاظ سے قطع نظر کے سہل اور
آسان عبارت کو عہد آذیر نظر رکھا گیا ہے۔ امید کہ نکتہ سنج اصحاب
رسالہ مذاکی سادہ عبارت پر نکتہ چینی سے درگذر فرما کر خاکسار کو
مہربان منت فرمائیں گے۔

امرتیہ مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۱۱ء

عبد الرحمن

عزل مد

میرے خیال نے میری رہبری کرتے وقت مجھے اس تشویش
میں ڈال دیا تھا کہ اس منتخب مضمون "انسان اور اس کے فرائض کو"
ایک تجربہ کار اور عمر رسیدہ و بالیاقت شخص جس وضاحت سے لکھ
سکیگا شاید میں ایسا نہ لکھ سکوں لیکن یہ بے سود و سواس تھا جو میرے
کام میں مغل ہوتا تھا۔ کیونکہ نتیجہ فکر نے مجھے ساتھ ہی اس کے سمجھا دیا
کہ تجربہ اگرچہ آزمائے ہوئے کاموں کا عطر ہوتا ہے مگر جس کی
طبیعت میں ہی ایسے خیالات کا ہجوم ہو جس کی فطرت میں ہی
ایسے اصول و ولایت ہوں جس کے دل میں ہی ایسے جذبات ہوں
جس سے مضمون زیر بحث کو خاص مناسبت ہو۔ پھر اس سے تجربہ
کی کیا نسبت؟ جب دل کی اس اندرونی بحث نے میرے
ارادہ کو استقلال کی صورت بخشی تو پھر میں نے اپنے منتشر اور ٹوٹے
پھوٹے خیالات کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ جسے آج آپ ایک رسالہ
کی صورت میں دیکھتے ہیں اور مجھے آپ کے زیر نظر اس کے پیش
کرنے کا فخر حاصل ہے اب میری دلی خواہش یہ ہے کہ آپ میرے
یہ خیالات اپنے دل میں جانچیں اور ان پر آزادی کے ساتھ اپنی رائے

قائم کریں۔ ممکن ہے کہ میں نے وضو کا کہا یا ہو۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ آپ کو وضو کا
دو دن۔ اگر آپ مجھے سچائی پر سمجھیں تو میں نہایت ادب سے التماس
کرتا ہوں کہ اپنے فعلوں کو درست کر کے مجھے مشکور فرمائیں۔
وگرنہ راستی کو جان کر پھر اپنے فعلوں کا اس کے مطابق تدارک نہ کرنا
یہ ایک ایسا جرم ہے جس کو دنیا اور آخرت دونوں میں یکساں
قابل ملامت گردانا گیا ہے۔

خ

مصنف

انسان اور اُس کی فطرت

غور سے دیکھا جاوے تو انسان اور حیوان میں صرف سمجھ
فکر اور خیال کا فرق ہے۔ جس سے وہ اپنے مالک اور آقا
کے فرائض کو پہچانتا ہے۔ مگر نہ انسان اور حیوان میں چند ان فرق
نہیں۔ انسان جس طرح کھاتا ہے۔ سوتا ہے۔ حیوانات بھی
یہی کرتے ہیں۔ لیکن فکر اور خیال جو ہم میں پیدا کیا گیا ہے۔
اس میں اور اُس کے استعمال کرنے میں یہ بعید ہے کہ اپنی
بانی اور اُس کے قانون قدرت پر غور اور فکر کی جاوے
اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک انسان کی عقل اپنی فطرت
کی تہ تک پہنچنے سے قاصر ہے لیکن جب قدر بھی کسی سوچنے
والے کی سمجھ اُس کی رہبری کر سکتی ہے۔ اُسے تمام دنیا اور
اس کی موجودات اسی ترتیب اور اسی مناسبت اور انتظام
سے پالی جائیگی جس سے یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سب
چیزیں آپ ہی آپ اسی عمدگی سے نہیں بن سکتیں۔ ضرور ہے
کہ انکو کسی بڑے کاریگر نے سمجھ بوجھ کر بنایا ہے۔ جب اپنی جسم

اور دیگر موجودات عالم پر کسی بنانے والے کا دل میں یقین ہوا تو پیدا
 شدہ چیزوں کی ہستی نشو و نما - سیرتوں - تاثیروں پر خیال دوڑتا ہے
 کہ اس کا قایم رکھنے والا اور محافظ کون ہے - انہیں یہ غامضیتیں
 اور تاثیریں کس نے رکھی ہیں - اس اندرونی اور پوشیدہ قوت
 کے اقراء سے اپنا خیال بھر اور بھی سخت ہو جائے گا کہ ہر ایک پیدا
 شدہ اور پیدا ہونے والی چیز کا مالک کوئی ضرور ہے - جب
 یہ بات ٹھیک طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تو پھر قیاس کرنے سے
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک پیدا شدہ چیز بغیر ضرورت پیدا کرنے والے
 نے پیدا نہیں کی کیونکہ ہم کسی چیز کو بیکار نہیں دیکھتے - ہر ایک چیز
 کسی نہ کسی طرح دنیا میں استعمال میں آہی جاتی ہے - اس سے
 یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان بھی بلا وجہ پیدا نہیں کیا گیا اس لئے اب
 ہم نے یہ سوچنا ہے کہ انسان کے پیدا کرنے میں اسکی زندگی کا صحیح
 مقصد کیا ہے -

انسان کی زندگی کا اصلی مقصد

اپنے مطلب کے لئے اپنی زندگی کا مقصد خواہ کوئی کیسی طرح
 بیان کرے مہین اس سے کچھ بحث نہیں - یہاں ایک عام فہم

مثلاً پیش بھیجائی ہے جس میں دو پائین پاؤں رکھنے کے قابل ہیں۔
اور وہی انسان کی زندگی کا اصلی مقصد ہیں۔ آپ جانتے ہونگے
کہ لفظ انسان انس سے مرکب ہے۔ اور انس کے معنی۔
محبت۔ خیر خواہی۔ رفاقت۔ ہمدردی وغیرہ ہیں۔ یہی لفظ
ہماری پہچان و ہماری تعریف میں عامہ خلائق میں زبان زد
اور ہمکو بھی یہ لفظ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اسکی تشریح کی جگہ
اور بھی ضرورت ہے یہ تو بھی جانتے ہیں کہ اکثر نام عادات اور
خصلت کے لحاظ سے پکارے جاتے ہیں یعنی جو ناکام
اور جو خصلت کسی کی ہو۔ مثلاً غفل کی خصلت سے نچیل اور سناو
کے لحاظ سے سخی وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ انس کے
لحاظ سے ہمکو انسان کہا گیا ہے۔ پس اس نام میں جب کہ یہ تقاضا
رکھا گیا ہے۔ اور شروع سے آج تک برابر یہ تقاضا چلا آتا ہے
بلکہ جب تک دنیا قائم ہے اس نام کا تقاضا رہیگا۔ تو ہمارے
لئے لازم ہے کہ ہمے وہی کام سرزو ہوں جس کا نام ہم نے
پایا ہے۔ یا یوں کہ جس کام کے لئے ہم موزوں سمجھے
گئے ہیں۔ یعنی انس۔ محبت۔ خیر خواہی۔ رفاقت۔ ہمدردی کے
لئے اور یہ ہر ایک انسان سے کیجاوے خواہ وہ کوئی ہو۔ اگر ایسا

نہ کیا جاوے تو وہ انسان انسان کھلانے کا مستحق نہیں کیونکہ جو چیز
 جس کام اور جس خصوصیت کی نہیں ہوتی تو اُسے اُس نام سے
 بھی بکارا نہیں جاتا۔ اور جو اشیاء جس کام کے لئے ہوں اور
 اُن سے اِروہ کام نہ ہو سکیں تو انہیں بکار سمجھ کر پھینک دیا جائے
 اسی طرح ہر انسان جب تک ہر ایک انسان سے محبت۔ رفاقت
 ہمدردی نہ کرے وہ کسی کام کا نہیں اُس کی ایسی حالت نہ فقط
 اُس کے اپنے لئے قابل نفرت ہے بلکہ اُسے پیدا کرنے
 والا خدا یا پریشور بھی اُس کو اپنی رحمت اور شفقت سے دور
 رکھتا ہے۔ دوسری بات تو بالکل سیدھی ہے۔ کہ جو نوکر اپنی
 اُٹھا کا کہا نہ مانے اُسکا آقا ہمیشہ اُس پر ناراض رہتا ہے اور اُسے
 اپنے پاس سے دور رکھتا ہے۔ اس لئے ہم کو سوچنا چاہیے
 کہ جس کام کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں اور جو خدا کا حکم ہے
 وہ کریں تاکہ ہم پر بُرائی کا الزام نہ آوے۔

قدرتی تعلقات سے رفاقت و ہمدردی کا سبق

یوں تو دنیا میں انسان کے کئی ایک تعلقات ہیں۔ لیکن
 دوزبردست تعلق قدرتی ہیں۔ اُن سے نہ تو دنیا دار انسان ہی

چھوٹے ہوئے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔
 یہ قدرت کے دو تعلق ہر ایک انسان کو ہمدردی اور رفاقت کا
 سبق روزانہ مشاہدے میں دے رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے
 کہ ہم اس سبق کو یاد کرنے سے پہلے ہی بھول جاتے ہیں۔ اگرچہ
 یہاں ان دو تعلقات کا فقط نام ظاہر کرنے سے ہی کسی کو اسکا
 نہیں ہو سکتا لیکن کسی قدر توضیح لازمی ہے۔

پیدائش اور موت

ہر ایک انسان کے لئے دو تعلقات پیدائش اور موت
 قدرتی ہیں اور یہ قدرت کے دو عمدہ راز انسان کے لئے
 ہمدردی و رفاقت کے دو کامل نمونے ہیں۔ اول انسان
 کی پیدائش میں انسانی اداؤں۔ وہ یہ کہ بغیر ماں باپ کی مدد کے
 ہم پیدا نہیں ہوئے۔ مگر نہ ہمارے خالق کے لئے یہ امر کچھ
 مشکل نہ تھا کہ ہم کو بھی دوسری بچان چیزوں کی طرح بغیر ماں باپ
 کی مدد کے پیدا کرتا۔ مگر نہیں ہماری پیدائش میں کسی اور کی رفاقت
 رکھی گئی تاکہ ہم بھی کسی کی رفاقت کا سبق حاصل کریں۔ زان بعد
 انسانیت کے درجہ تک ہمارے ماں باپ نے اپنی محنت سے

ہماری پرورش کی ہم پڑھے لکھے اور پھر بڑی مشکل سے ہمارے سر پرست
یا مان باپ نے ہم کو انسان بنایا۔ گویا ہم بخود کچھ نہ کر سکے۔

دیگر

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ ہمارے والدین یا ہمارے سر پرست
جنہوں نے ہماری رفاقت کر کے ہم کو انسانیت کے درجہ تک پہنچایا تھا
وہ داعی اجل ہوئے۔ لیکن اس وقت وہ اپنی رفاقت آپ نہ کر سکے
اُن کی بے جان لاشوں کو ہم نے اپنے زندہ جسم پر اٹھایا جو ایک
روز ہم کو اپنے کندھوں پر کھلاتے تھے۔ آخر شش کفن پہنا کر انہیں دفن
کرنا یا جلانا پڑا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جنہوں نے ایک دن ہماری
مدد کی تھی۔ اُن کے لئے ہماری مدد بھی ایک روز لازمی تھی۔ چونکہ
ایسا کرنے میں ہم قدرتی تعلقات سے دونوں طرف مجبور تھے ورنہ
شاید ایسا نہ ہوتا اور ہم بھی ایسا نہ کرتے۔ پس ان دو تعلقات سے
ظاہر ہو گیا کہ ہمارے لئے یہ روزانہ مشاہدہ ایک دوسرے
کی مدد۔ رفاقت۔ ہمدردی۔ وغیرہ کا سبق دیتا ہے۔ لیکن ہمارے
دماغ میں اُسکا اثر تک نہیں ہوتا کہ ہم دل سے انسانی فرائض میں
حصہ لین۔ چاہیے کہ ہر ایک انسان انسانی فرائض سمجھے۔ اور اپنے

دل سے عمل کرے۔

ہمدردی کے کتنے ہیں

کسی کے درد میں بلا کسی غرض و غایت کے سچے دل سے
شریک ہونا ہمدردی کے اصلی معنی ہیں۔ اس بات کے
کہنے اور کرنے میں بڑا بھاری فرق ہے۔ اس لئے تو میں
ایک شخص بھی شکل سے ہو گا۔ جس کے دل میں کسی امد کا درد سما جائے
ہر ایک ہمدردی کا دم بھرتے ہیں لیکن جو نسا دل کسی اور کے درد
کو محسوس کرے۔ وہی زندہ دل ہمدردی کے معزز خطاب کا مستحق
ہے۔ ہر ایک تکلیف میں بلا عوض معاوضہ مصیبت زدہ کی امداد ہر ایک
انسان کے لئے انسانی فرض ہے۔ ڈوبتے کو بچانا۔ آگ میں
جلتا دیکھ کر کسی کو نکالنا۔ بُرے عیوب سے کسی کو نصیحتاً آگاہ کرنا۔
فکر معاش میں کسی کی مدد کرنا۔ بیماری میں کسی کی خبر گیری کرنا۔ مسافت
میں مسافر کی ضروریات بہم پہنچانا۔ کسی کے نفع و نقصان پر حسد
نہ کرنا وغیرہ وغیرہ ہمدردانہ اصول ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے سے
ہر ایک انسان ہمدرد کہلا سکتا ہے۔

احسانِ مندی یا شکرۃ

جب کسی سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچے اس کا سچا شکر یہ ہے کہ اُسے کبھی فراموش نہ کیا جاوے۔ ناممکن ہے کہ محسن کا عوض احسان مند آثار کے لیکن وائالی یہ ہے کہ اپنے آپ کو بھی محسن بنایا جاوے۔ جن کی جانب سے آرام میسر ہو۔ اپنی طرف سے انہیں بھی آرام دینا چاہیے۔ مثلاً جو اپنے عیال اطفال سے آرام ملے اُس کے معاوضہ میں اُن کو آرام دینا۔ اُن کی ہر ایک ضروریات حتیٰ الوسع بہم پہنچانا اُس آرام کا سچا شکر یہ ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ لفظی اور تحریری شکرۃ کی اصلیت بہت جلد معدوم ہو جاتی ہے لیکن عملی شکرۃ مضبوط رشتہ قائم کر دیتا ہے کسی ایک کی بھلائی کو یاد رکھنا اور اُس کا عملاً شکرۃ ادا کرنا یہ فرض ہے۔

دنیاوی تعلیم

دنیا میں رہنے کے لئے سب کو زیادہ ضروری ہر لغزری ہے جو شخص اسے آپ کو ہر لغزری نہ ہو بلکہ ہر لغزری ہو

دن اطمینان سے گزرتے ہیں۔ حکیم ارسطو کا قول ہے کہ جن
اخلاق سے زندگی آرام سے بسر ہوتی ہے۔ زعم کلام سے
دلوں میں محبت بڑھتی اور مقام بڑھتی ہے۔ اور لوگوں کے
دل خدمتگزاری پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اس میں کچھ شک نہیں
کہ سخت گیری اور سخت کلامی سے عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔
آپ اگر امیر ہیں تو آپ کو چاہیے کہ اپنے غریب بھائیوں کو
زعم برتاؤ کریں۔ آپ اگر افسر ہیں تو اپنے ماتحتوں سے آسانی
کے کام لیں۔ غریب کی دستگیری باعث عزت و وقار ہے۔ جاہل
اور بے وقوف شخص سے ماتحت ملانا باعث مذمت ہے۔ دنیا میں
بیکار ہرگز بخین رہنا چاہیے۔ جو لوگ بے کاری کی حالت
میں رہتے ہیں۔ انہیں کو آوارہ کہا جاتا ہے۔ اس آوارگی سے
عزت و حرمت۔ ثروت کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ مزید
بران بد معاشرے کا برائے نقطہ بھی ایسے ہی لوگوں پر آخرش عاید
ہوتا ہے۔ دیگر بے کار رہنے سے سستی۔ اور کاہلی
کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کے لئے یہ لازمی امر
ہے کہ کچھ نہ کچھ کرے۔ غریبوں کو اپنا پیٹ پالنے کے لئے
کوئی نہ کوئی محنت مزدوری تو مجبوراً کرنی پڑتی ہے۔ لکھ

لیے امیرون کو جن کے پاس اپنے کھانے اور عیش و
 عشرت کے سوا دیگر اخراجات کے لئے بھی کافی
 سرمایہ موجود ہے۔ انہیں بھی کوئی نہ کوئی بیوپار کرنا ہی چاہیو
 جس سے دولت اور عزت کی اور بھی ترقی ہو اور غریبوں
 کی امداد ان کے پیشہ یا ملازمت کے ذریعہ سے ہو سکے۔ یہ بھی
 ایک اہم ہمدردی ہے کہ آپ کی دولت سے غریب
 لوگ آپ کا کام بھی کریں۔ اور اس کے ذریعہ ان کی دستگیری
 بھی ہو۔ لیکن اپنی ترقی دولت میں اس قدر بھی محو نہیں ہونا چاہیے
 کہ دوسرے بھائیوں کے فکر معاش کی کوشش یا ان کی
 ترقی دولت کا حسد و لون میں پیدا ہو جائے یا اپنے
 آشناؤں۔ دوستوں۔ غریبوں۔ بے کسوں کی امداد ہی ہول
 جائے۔ خدا کا تعلق اور اس کی دمی ہو لی نعمتوں کو ہمیشہ
 زیر نظر رکھ کر اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ اس کی عبادت
 اور اس کے احکام و ول میں جاگزیں ہونے چاہیں۔ کسی
 ایک انسان کے مرنے۔ جینے میں اس کا ساتھ دینا اپنی
 آپ کا ساتھ دینا ہے کسی کے اڑے وقت میں کسی کی
 امداد کرنی خدا کی دمی ہو لی عنایات کا شکر یہ ہے۔

ان امورات پر کار بند رہنے سے ہر دلعزیزی حاصل ہوتی
ہے۔ اور زندگی گاتی کے چند برس میں ہر دلعزیزی کو
حاصل کرنا آئندہ کے لئے بہشت کی خوشخبری ہے۔

کانشنس کی معلومات

ہر ایک کام کرنے یا کرانے والا۔ اور ہر ایک ملازم
یا آقا اپنے کام میں بدبختی کرنے لگے۔ تو ضرور ہے کہ
اُس کا دل اس بدبختی اور دغا و فریب پر ملامت کرے گا۔
دل کی اس پہلی ہی ملامت سے اگر اُس کی نیت درست
ہو جاوے تو زب سے قسمت و گرنہ کانشنس میں اس ملامت
سورنے کا مادہ ہی زائل ہو جاتا ہے۔ زان بعد کسی ایک بڑائی
کی ملامت دل میں اگر پیدا بھی سوتی ہے۔ تو اُس کا اثر ہی
نہیں ہوتا۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی کانشنس کی ملامت
سے پہلی ہی دفعہ اپنے برے ارادوں سے احتراز کر لیتے
ہیں۔ یہ بھی ایک قدرتی تعلق ہے۔ جس کا ماننا انسانی
فرض ہے۔ جو اس فرض کو باوجود اپنے دل کی گواہی کے
بھی مانیں مانتے وہ اپنے فرائض سے جان بوجھ کر پہلو ہتی

کرتے ہیں جن کا خمیازہ ایک دن ضرور اُن کو پہنچتا پڑتا ہے
 یہ کیا ہی اُن کی بے وقوفی ہے کہ جو اپنے بُرے افعال
 کا الزام قسمت پر دھرتے ہیں۔ ہر ایک انسان کا فرض
 ہے کہ اپنی کائنات کی معلومات پر کاربند ہو۔ اور اُس کے
 برخلاف کوئی کام نہ کرے۔ اس طرز عمل سے پھر انسان
 کو کوئی نقصان اگر پہنچے تو ایسا الزام البتہ قسمت پر عائد
 ہو سکتا ہے۔ ورنہ جب کہ صیرحاً ایک بُری بات کو ہمارا دل
 ملامت کر رہا ہے کہ اس سے یہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ
 ہے۔ تو اس نقصان کو قسمت کے سرِ حقو پن
 سے اپنی قسمت پر الزام نہیں آسکتا۔ مثلاً چور کے
 دل میں خیال ضرور ہوتا ہے کہ میں یہ بُرا کام کر رہا ہوں
 کیونکہ اُس سے جس قدر ہوسکتا ہے۔ اپنا کام پوشیدگی
 میں کرتا ہے۔ اگر اُس کے دل میں اپنی بُرائی کا خیال نہ ہوتا
 تو وہ اپنا کام چھپ کر کیوں کرتا۔ پس جب وہ اپنے بُرے
 افعال کی بدولت شراپا دے۔ تو اُس کی قسمت پر رونا مرنے سے
 غلطی ہے۔ علیٰ ہر ایک بُرے کام کی بھی تمثیل ہے جس
 ہر ایک انسان کا ضمیر ملامت کر کے اپنا قدرتی فرض ادا کر رہا ہے

وفاداری

اپنے فرض منصبی کو ایسا نداری سے ادا کرنا اپنے مالک کے حکم کی تعمیل میں اپنی تکالیف کی پرواہ نہ کرنی۔ گروش زمانہ اور تنگی وقت میں کسی مربی کا ساتھ دینا وغیرہ وغیرہ وفاداری ہے جو سچے دل سے ایسا کرتے ہیں وہی لوگ وفادار ہیں۔ اور وفاداری انسان کے لئے ایک بڑا ہی عزت ہے۔ اس لئے چاہیے کہ اس اصول موتی کو مسفت میں حاصل کیا جاوے۔

ایقانے وعدہ

کسی سے وعدہ کر کے اس کا پورا نہ کرنا انسانیت نہیں دناؤن کا قول ہے کہ وعدہ کرنے سے پہلے اس کا نتیجہ سوچ لینا چاہیے۔ جیسے کوئی کام کرنے سے پہلے اس کا نتیجہ سوچنا لازمی ہے۔ جس بات کا پورا ہونا آپ سے ناممکن ہے

یا اس وقت پورا نہ ہو سکتا ہو۔ اُس کا وعدہ کسی سے ہرگز منت
 کرین۔ یہ بہت ہی اچھا ہے کہ ایسا وعدہ ہی نہ کیا جائے۔
 جس میں شک و شبہ ہو۔ ایسا وعدہ کرنے سے انکار بہتر ہے۔
 وعدہ کرنے والوں کو بھی مجبوراً کسی سے وعدہ لینا باعث
 نقصان ہے۔ مثال کے طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ اگر
 کوئی شخص اپنی ملازمت یا قرض کی نسبت کسی صاحب کے
 پاس حاضر ہو۔ اگر اُس کو صاف لفظوں میں یہ سنا دیا جائے
 کہ میرے پاس ملازمت کے لئے کوئی جگہ خالی نہیں یا میں
 آپ کو روپیہ نہیں دے سکتا تو اس جواب سے سائل
 کوئی اور وسیلہ سوچ لے گا۔ اگر سائل نے اپنی ملازمت
 کے لئے یا قرض کے لئے اس صاحب کو مجبور کیا۔ یا وہی
 صاحب جن کے پاس سائل نے سوال کیا ہو۔ ظاہر
 میں اگر وعدہ کرے اور بعد میں پورا نہ ہو تو کہے ایسے وعدہ
 اور اس طرح کا وعدہ لینے والے کو کس قدر سنجیدگی ہوگی
 اس لئے وعدہ کرنے سے قبل اس کا ایفاء سوچ
 لینا چاہئے۔

مذہب

مذہب انسانی زندگی کا ایک بے خوف راستہ ہے جس پر چل کر ہر ایک انسان کو ایک صوبہ بننے سے بچنا ہوگا۔
بآسانی گزر سکتا ہے۔ جو لوگ کسی طریق کو بھی انب نہ خیال کر کے کسی مذہب کے ہی پابند نہیں وہ دراصل زندگی کے صحیح راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ مذہب کی تفریق عقیدوں کا اختلاف اگرچہ شروع سے ہی چلا آتا ہے لیکن انسانی زندگی کی تکمیل کے لئے اس کے اعلیٰ مقاصد جو ہر ایک مذہب میں مقرر ہیں ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں اور نہ آئندہ ہو سکے گا۔ اخلاق۔ آداب۔ راستی۔ ہمدردی۔ انکساری۔ تواضع۔ وغیرہ وغیرہ کی تعلیم کس مذہب نے نہیں دی۔ زنا کاری۔ چوری۔ شراب خواری۔ جھوٹ۔ وغا۔ و دیگر عیوب کی ممانعت کس فرقہ نے نہیں کی۔ یہ عالم گیر اصول ہر ایک مذہب میں ہیں اور ان کی اجازت و ممانعت ہر ایک پالی مذہب نے قرار دی ہوئی ہے۔ مذہب کی تفریق۔

عقیدوں کا اختلاف - قومیت کا تقصیب نظر انداز کر کے
 ہر ایک انسان کا فرض ہے - کہ ان عالم گیر اصولات پر
 ضرور عامل ہو کیونکہ یہ احکام خدا یا پر آتما کے احکام ہیں اس
 میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اگر یہ احکام خدا یا پر پیشور
 کے نہ ہوتے تو جملہ مذاہب میں ان کی کیون تصدیق پائی جاتی
 آج تک کسی ایک قومی ریفاہ کو ان اصولات میں نہ فقط تبدیل
 کرنے کی طاقت ہوئی - بلکہ اختلاف رائے کی جرات بھی نہ
 کر سکے اور نہ آئندہ کر سکیں گے - اس سے صاف ظاہر
 ہو گیا کہ مذہب ہر ایک انسان کے لئے دنیاوی زندگی
 کا ایک صحیح راستہ ہے جس میں خدا کے احکام شامل
 ہیں - چونکہ آج کل مذہب کا نام صرف بصورت امتیاز ہے
 جس کی وجہ سے بچائے اخوت - ہمدردی کے تفرقہ
 اندازی کی وبا دن بدن پھیل رہی ہے جو لوگ یہ کہتے
 ہیں کہ جب تک دنیا میں ایک ہی مذہب نہ ہو جائے تب
 تک صلح اور راستی پیدا ہونی ناممکن ہے - لیکن ان کا
 یہ خیال محض وہم پر مبنی ہے جب کہ کئی بادشاہ اور شاہنشاہ
 تک اس خیال کو کامیابی کا جامہ نہ پہتا سکے تو آئندہ اس فرضی

خیال کی صورت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ اگر زمان
حال میں تعلیم یافتہ اصحاب اپنے اپنے مذہبی احکامات
کے پورے پورے واقف اور ان پر کاربند ہو جاویں
تو دنیا میں تعصب اور تفرقہ اندازی کا نام تک نہ ہو۔

اس لئے ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ کم از کم اپنے
خدا یا پر آتما کے احکامات یا دوسرے معنوں میں ان
عالم کیسے اصولات پر تو کاربند ہو جن کی تعلیم ہر ایک مذہب
میں یکساں پائی جاتی ہے۔ اور جس پر چل کر ہر ایک انسان
زندگی کے وہم اور خطرات سے نجات پاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک انسان سے بلا امتیاز مذاہب
ہمدردی کرنا۔ کسی کے دکھ درد میں کسی کی مدد کرنا۔ صلح اور راستی
کے لئے بلا مذہبی تعصب ہر ایک سے براورہ طور ملنا

ذنا۔ چوری۔ شراب خواری۔ قمار بازی۔ جھوٹ۔
وغا۔ و دیگر عیوب کو ترک کرنا۔ یہ سب خدا کے احکام
میں اور بھی انسانی فرائض ہیں۔

خلاصہ

یہ کہ اپنے مالک حقیقی کے ہونے اور اس کی قدرت
کا ملہ پر یقین کرنا۔ پیش اور موت سے استحا و اور
اور اتفاق کا سبق حاصل کرنا۔ دنیاوی تعلقات میں
بہرہ رومی وغیرہ کا برتاؤ کرنا۔ محسن کا شکریہ دل سے
ادا کرنا۔ مذہبی تعصب کو نظر انداز کر کے عالم گیر اصولات
کی پابندی رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب انسانی فرائض ہیں۔
ان اصولات پر چلنے سے نہ فقط دنیا میں ممتاز ہونے کی
توقع ہو سکتی ہے۔ بلکہ اپنے دین یا خدا کے احکامات کی
تعمیل کا فخر بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ اصول جن کی ہر ایک
مذہب میں تائید ہے مختصر طور اختراع کئے گئے ہیں جن پر
عمل کرنا شیوہ انسانیت ہے۔ جو ان اصولات پر عمل
نہیں کرتے وہ خواہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم سے بھی فارغ ہوں

سین دیوی سوسایسی میں اُن کی اصلی قدر و منزلت نہیں ہو سکتی
آزادی۔ خوش مزاجی۔ وضع داری وغیرہ کے ساتھ ان اصولوں
کی پابندی اگر کیجاوے تو اُس پر طعن و تشنیع اور ملامت کا
حرف نہیں آسکتا۔ اُن کے علاوہ اور اتباع مذہب نہ ہر
اتقا۔ جہاں تک ہو سکے ہر ایک انسان کو لئے مبارک ہو

تمام شد

لائقہ خدمات

اپنے خریداروں کے لئے خصوصاً اجماع تعلیم یافتہ اصحاب کی بہت
 سہجے لئے عموماً ہم نے ایک کمیشن ایجنسی قائم کی ہے۔ امرتسر کی ہر ایک مشہور
 اشیا و خواہ وہ کسی قسم کی ہون صرف۔ رقی روپیہ کمیشن پر بذریعہ ویلیو پلی ریلی
 نہایت ایماندار می سے اور با حقیقا طور و انداز ہو سکیں گی۔ ۷۵ روپے سو
 زیادہ کی خرید کیلئے چوتھائی قیمت آدھو کے ساتھ بذریعہ منی آڈر آنی
 چاہیئے۔ علاوہ اس کے دریافت شدہ اسو رات کی نسبت ان کے
 جوابات اور آپ کی دیگر لائقہ خدمات ایجنسی ہذا مفت کرنے کو ہر وقت
 تیار ہے۔ بلکہ خط و کتابت کا خرچ بھی اپنا کرہ سے کرے گی۔

المشا
 خاکسار منیجر پبلک بک ڈپو ایڈمنسٹریٹوری سٹور

بازار مالی سیون امرتسر

